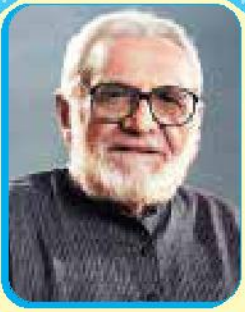

اشفاق احمد

(۱۹۲۵ء-۲۰۰۴ء)

اشفاق احمد خاں؛ المعروف تلقین شاہ ہوشیار پور (مشرقی پنجاب، انڈیا) کے ایک چھوٹے سے گاؤں خان پور میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد محمد خاں محکمہ لائیو سٹاک میں ڈاکٹر تھے۔ میٹرک فیروز پور کے نواحی قصبے مکستر اور ایف۔اے، بی۔اے کے امتحانات فیروز پور سے پاس کیے۔ قیامِ پاکستان کے بعد آپ کا خاندان ہجرت کر کے پاکستان آ گیا تو آپ نے گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے اُردو کیا۔

اشفاق احمد بحیثیت پروفیسر، دیال سنگھ کالج لاہور، روم یونیورسٹی اٹلی اور پنجاب یونیورسٹی لاہور میں خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۹۶۷ء میں انھوں نے بحیثیت ڈائریکٹر مرکزی اُردو بورڈ میں فرائضِ منصبی سنبھال لیے اور ادارے کو ترقی کی راہ پر گام زن کیا۔انھوں نے علمی و ادبی سطح پر بھرپور زندگی بسر کی۔

اشفاق احمد؛ بیسویں صدی کے ادبی افق پر افسانہ نگار، ڈراما نویس، سفر نامہ نگار، نقّاد، فیچر نگار، مترجم، شاعر، فلسفی اور دانشور کی حیثیت سے اُبھرے۔ وہ بنیادی طور پر قصہ گو ادیب اور کہانی نویس تھے۔اُن کی مختلف النوع تخلیقی جہات میں کہانی کی مختلف اشکال ظہور پذیر ہوئیں۔ اُن کی قصہ گوئی اور جادو بیانی کا مظہر اُن کا مقبول ٹیلی وژن پروگرام ''زاویہ'' تھا جس میں وہ بصیرت افروز گفت گو کرتے اور نوجوانوں کی فکری راہ نمائی کا فریضہ نبھاتے۔ انھوں نے پچاس کے قریب کتابیں تصنیف کیں جو ان کے سہل، رواں اور بے تکلف اندازِ بیان کی عکاس ہیں۔ ان کا لب و لہجہ منفرد اور شیرینیِ گفتار سے بھرپور ہے۔انھیں حکومتِ پاکستان کی جانب سے ''تمغا برائے حسنِ کارکردگی''، ''ستارۂ امتیاز'' اور ''ہلالِ امتیاز'' کے قومی اعزازات سے نوازا گیا۔

اشفاق احمد کی معروف تصانیف میں ''ایک محبت سو افسانے''، ''سفرِ مینا''، ''اُجلے پھول''، ''من چلے کا سودا''، ''حیرت کدہ''، ''ننگے پاؤں''، ''تلقین شاہ (ریڈیو پروگرام)''، ''ٹاہلی تھلے''، ''اُچے بُرج لاہور دے''، ''توتا کہانی''، ''زاویہ'' (ٹیلی وژن سیریز)، ''کھٹیا وٹیا'' اور ''سفر در سفر'' وغیرہ شامل ہیں۔

Web version of PECTAA Not for Sale

سبق: ۶

ایک اُستاد عدالت کے کٹہرے میں

تدریسی مقاصد:

- طلبہ کو پاکستانی اور عالمی ثقافت سے متعارف کرانا۔
- طلبہ کی اخلاقی تربیت کرنا، گفت گو اور مکالمہ کو ترویج دینا۔
- طلبہ کو اشفاق احمد اور ان جیسے مشاہیر کی زندگی کے تجربات سے سبق حاصل کرنے کی تربیت کرنا۔
- طلبہ میں اُردو ادب کے مختلف اور منفرد اسالیب بیان سے محظوظ ہونے کی صلاحیت پیدا کرنا۔
- متشابہ الفاظ کی شناخت کرنا اور محاوروں سے جملے بنانا۔
- طلبہ کو تحریک دینا کہ وہ بھی اپنی زندگی کے سبق آموز واقعات بیان کریں۔

جس زمانے میں مَیں روم میں لیکچرر تھا، روم یونیورسٹی میں، مَیں سب سے Youngest پروفیسر تھا۔ یونیورسٹیوں میں چھٹیاں تھیں، گرمیوں کا زمانہ تھا۔ دوپہر کے وقت ریڈیو سٹیشن پر مجھے اُردو براڈ کاسٹنگ کرنی پڑتی تھی۔ روم میں دوپہر کے وقت سب لوگ قیلولہ کرتے تھے۔ چار بجے تک سوتے تھے اور روم کی سڑکیں تقریباً خالی ہوتی تھیں اور کارپوریشن نے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ وہ وہاں پر پانی کے حوض لگا کر سڑکیں دھوتے ہیں، اور شام تک سڑکیں ٹھنڈی بھی ہو جاتی ہیں، خوش گوار بھی ہو جاتی ہیں، صاف بھی ہو جاتی ہیں؛ تو وہ سڑکوں کو دھو رہے تھے۔ اِکّا دُکّا کوئی ٹریفک کی سواری آ جا رہی تھی تو مَیں اپنی گاڑی چلاتا ہوا جا رہا تھا۔ اب دیکھیے انسان کے ساتھ ساتھ ایک دیسی مزاج چلتا ہے، آدمی کہیں بھی چلا جائے، تو مَیں گاڑی چلا رہا تھا۔ مَیں نے دیکھا کہ گول دائرہ ہے، اس کے اوپر سے مَیں چکر کاٹ کے آؤں گا۔ پھر مَیں اپنے گھر کی طرف مڑوں گا تو یہ بڑی بے ہودہ بات ہے۔ بیچ میں سے چلتے ہیں۔ اس وقت کون دیکھتا ہے، دوپہر کا وقت ہے، تو مَیں بیچ میں سے گزرا۔ وہاں ایک سپاہی کھڑا تھا، اُس نے مجھے دیکھا، اور اُس نے پروا نہیں کی۔ جانے دیا کہ یہ جا رہا ہے، یہ نوجوان تو کوئی بات نہیں۔ جب مَیں نے دیکھا شیشے میں سے گردن گھما کے، کچھ مجھے تھوڑا سا یاد پڑتا ہے کہ مَیں طنزاً مسکرایا۔ کچھ اپنی فیٹ (Fate) کے اوپر، کچھ اپنی کامیابی کے اوپر۔ مَیں نے خوشی منانے کے لیے ایک مسکراہٹ کا پھول اس کی طرف پھینکا۔ جب اس نے یہ دیکھا کہ اس نے میری یہ عزت کی ہے تو اس نے سیٹی بجا کے روک لیا۔ اب وہاں پر سیٹی بجنا موت کے برابر تھی اور رُکنا بھی۔ مَیں رُکا، وہ آ گیا، اور آ کے کھڑا ہو گیا۔ پہلے سلیوٹ کیا۔ ولایت میں رواج ہے کہ جب بھی آپ کا چالان کرتے ہیں، آپ کو پکڑنا ہوتا ہے تو سب سے پہلے آ کر سلیوٹ مارتے ہیں۔ تو اس نے کھڑے ہو کر سلیوٹ مارا۔ اب مَیں اندر تھر تھر کانپ رہا ہوں۔ شیشہ مَیں نے نیچے کیا تو مجھے کہنے لگا کہ آپ کا لائسنس! تو مَیں نے اس سے کہا مَیں زبان نہیں جانتا۔ اس نے کہا، چنگی بھلی بول رہے ہو۔ مَیں نے کہا، مَیں نہیں جانتا تم ایسے ہی جھوٹ بول رہے ہو۔ مَیں تو نہیں جانتا ہوں۔ اس نے کہا نہیں، آپ اپنا لائسنس دیں۔ تو مَیں نے کہا، فرض کریں جس کے پاس اس کا لائسنس نہ ہو تو پھر وہ کیا کرے؟ اس نے کہا، کوئی بات نہیں! مَیں آپ کا چالان کر

دیتا ہوں، پرچی پھاڑ کے تو یہ آپ لے جائیں اور جرمانہ جمع کروادیں۔ مَیں تو ایسے ہی ہانک رہا تھا۔ مَیں نے کہا، مجھ سے غلطی ہوگئی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا غلطی ہوگئی تھی تو چلے جاتے۔ اس نے بغیر مجھ سے پوچھے کاپی نکالی اور چالان کر دیا۔ اور چالان بھی بڑا سخت، بارہ آنے جرمانہ۔ مَیں نے لے لی پرچی۔ مَیں نے کہا، مَیں اس کو لے کر کیا کروں؟ اس نے کہا اپنے کسی بھی قریبی ڈاک خانے میں منی آرڈر کی کھڑکی پر جمع کروادیں۔ بس وہاں کچہری نہیں جانا پڑتا، دھکے نہیں کھانے پڑتے۔ بس آپ کا جرمانہ ہوگیا، آپ ڈاک خانے میں دیں گے تو بس۔ مَیں جب چالان کرواکے گھر آگیا تو مَیں نے اپنی لینڈ لیڈی سے کہا، میرا چالان ہوگیا ہے۔ کہنے لگی، آپ کا؟ مَیں نے کہا، مَیں کیا کروں۔ اب ان کو ایسے لگا کہ ہمارے گھر میں جیسے ایک بڑا مجرم رہتا ہے۔ اور اس نے اپنی بیٹی کو بتایا کہ پروفیسر کا چالان ہوگیا ہے۔ بڑھی مائی تھی۔ اُس کی ایک ساس تھی، اس کو بھی بتایا، سارے روتے ہوئے میرے پاس آگئے۔ مَیں بڑا ڈرا کہ یااللہ! یہ کیا۔ کہنے لگے تُو شریف آدمی لگتا تھا۔ اچھے خاندان کا، اچھے گھر کا لگتا تھا۔ ہم نے تجھے یہ کرائے پر کمرہ بھی دیا ہوا ہے لیکن تُو ویسا نہیں نکلا۔ خیر! گھر خالی کرنے کو تو نہیں کہا۔ جو بڑھی مائی تھی، اُس کی ساس، اُس نے کہا، ہو تو گیا ہے برخوردار چالان، لیکن کسی سے ذکر نہ کرنا۔ محلے داری کا معاملہ ہے۔ اگر ان کو پتا چل گیا کہ اس کا چالان ہوگیا ہے تو بڑی رُسوائی ہوگی۔ لوگوں کو پتا چلے گا۔ مَیں نے کہا نہیں، مَیں پتا نہیں لگنے دوں گا۔

میری لااُبالی طبیعت، چھبیس سال کی عمر تھی۔ چالان جیب میں ڈالا اور نکل گیا دوستوں سے ملنے۔ اگلے دن مجھے جمع کروانا تھا، بھول گیا۔ پھر سارا دن گزر گیا۔ اس سے اگلے دن مجھے اصولاً جمع کروادینا چاہیے تھا تو مَیں نے کپڑے بدلے تو وہ پرانے کوٹ میں رہ گیا۔

شام کے وقت مجھے ایک تار ملا کہ محترمی جناب پروفیسر صاحب! فلاں فلاں مقام پر فلاں چوراہے پر آپ کا چالان کر دیا گیا تھا، فلاں سپاہی نے۔ یہ نمبر ہے آپ کے چالان کا۔ آپ نے ابھی تک کہیں بھی چالان کے پیسے جمع نہیں کروائے۔ یہ بڑی حکم عدولی ہے۔ مہربانی فرما کر اسے جمع کروادیں۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ تقریباً اکیس روپے کا تار تھا۔ مَیں نے سارے لفظ گنے۔ مجھ سے یہ کوتاہی ہوئی کہ مَیں پھر بھول گیا، اور ان کا پھر ایک اور تار آیا۔ اگر آپ اب بھی رقم جمع نہیں کروائیں گے تو پھر ہمیں افسوس ہے کہ کورٹ میں پیش کر دینا پڑے گا۔ مجھ سے کوتاہی ہوئی، نہیں جاسکا۔ تب مجھے کورٹ سے ایک سمن آگیا کہ فلاں تاریخ کو عدالت میں پیش ہو جائیں، اور یہ جو آپ نے حکم عدولی کی ہے، قانون توڑا ہے، اس کے بارے میں آپ سے پورا انصاف کیا جائے گا۔

اب مَیں ڈرا۔ میری سٹی گُم ہوئی۔ پریشان ہوا کہ اب مَیں دیارِ غیر میں ہوں۔ کوئی میرا حامی و ناصر، مددگار نہیں ہے۔ مَیں کس کو اپنا والی بناؤں گا۔ میرا ڈاکٹر تھا۔ "ڈاکٹر بالدی" اس کا نام تھا، نوجوان تھا۔ مَیں نے اس سے کہا، مجھے وکیل کر دو۔ اس نے کہا، میرا ایک دوست ہے۔ اس کے پاس چلتے ہیں۔ اس کے پاس گئے۔ اس نے کہا، یہ تھوڑا سا پیچیدہ ہو جائے گا، اگر مَیں گیا عدالت میں۔ بہتر یہی ہے پروفیسر صاحب جائیں، اور جا کر خود Face کریں۔ عدالت کی خدمت میں یہ عرض کریں کہ مَیں چوں کہ اس قانون کو ٹھیک طرح سے نہیں جانتا تھا۔ مَیں یہاں پر ایک غیر ملکی ہوں تو مجھے معافی دی جائے۔ مَیں ایسا آیندہ نہیں کروں گا۔ مَیں نے کہا ٹھیک ہے۔ چناں چہ مَیں ڈرتا ڈرتا چلا گیا۔

اگر آپ کو روم جانے کا اتفاق ہو تو "پالاس آف دی جسٹی" Palace of Justice وہ رومن زمانے کا بہت بڑا وسیع و عریض ہے، اُسے تلاش کرتے کرتے ہم اپنے جج صاحب کے کمرے میں پہنچے تو وہ وہاں تشریف فرما تھے۔ مجھے ترتیب کے ساتھ بلایا گیا تو مَیں چلا گیا۔ اب

Web version of PECTAA Not for Sale

بالکل میرے بدن میں روح نہیں ہے، اور میں خوف زدہ ہوں، اور کانپنے کی بھی مجھ میں جرأت نہیں۔ اس لیے کہ تشنج جیسی کیفیت ہو گئی تھی۔
انھوں نے حکم دیا، آپ کھڑے ہوں اس کٹہرے کے اندر۔ اب عدالت نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کا چالان ہوا تھا، اور آپ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ آپ یہ بارہ آنے ڈاک خانے میں جمع کروائیں، کیوں نہیں کروائے؟ مَیں نے کہا، جی مجھ سے کوتاہی ہوئی، مجھے کروانے چاہییں تھے، لیکن مَیں ــــ۔ اس نے کہا، کتنا وقت عملے کا ضائع ہوا۔ کتنا پولیس کا ہوا، اب کتنا "جسٹس" کا ہوا (جسٹس عدالت کا ہو رہا ہے) اور آپ کو اس بات کا احساس ہونا چاہیے تھا۔ ہم اس کے بارے میں آپ کو کڑی سزا دیں گے۔
مَیں نے کہا، مَیں یہاں پر ایک فارنر ہوں۔ پردیسی ہوں۔ جیسا ہمارا بہانہ ہوتا ہے، مَیں کچھ زیادہ آداب نہیں سمجھتا۔ قانون سے مَیں واقف نہیں ہوں تو مجھ پر مہربانی فرمائیں۔ انھوں نے کہا، آپ زبان تو ٹھیک ٹھاک بولتے ہیں۔ وضاحت کر رہے ہیں۔ آپ کیا کرتے ہیں، تو مَیں چپ کر کے کھڑا رہا۔ پھر انھوں نے پوچھا کہ عدالت آپ سے پوچھتی ہے کہ آپ کون ہیں اور آپ کا پیشہ کیا ہے؟ مَیں نے کہا، مَیں ایک ٹیچر ہوں، پروفیسر ہوں روم یونیورسٹی میں، تو وہ جج صاحب کرسی کو سائیڈ پر کر کے کھڑا ہو گیا اور اس نے اعلان کیا:

"Teacher in the Court, Teacher in the Court."

جیسے اعلان کیا جاتا ہے، اور وہ سارے اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ منشی، تھانے دار، عمل دار، جتنے بھی تھے اور اس نے حکم دیا کہ:

"Chair should be brought for the teacher. A teacher has come to the court."

اب وہ کٹہرا چھوٹا سا، مَیں اس کو پکڑ کر کھڑا ہوں۔ وہ کرسی لے آئے۔ حکم ہوا کہ تُو Teacher ہے، کھڑا نہیں رہ سکتا۔ تو پھر اس نے ایک بانی پڑھنی شروع کی۔ جج نے کہا کہ اے معزز استاد! اے دنیا کو علم عطا کرنے والے استاد! اے محترم ترین انسان! اے محترم انسانیت! آپ نے ہی ہم کو عدالت کا، اور عدل کا حکم دیا ہے، اور آپ ہی نے ہم کو یہ علم پڑھایا ہے، اور آپ ہی کی بدولت ہم اس جگہ پر براجمان ہیں۔ اس لیے ہم آپ کے فرمان کے مطابق مجبور ہیں۔ عدالت نے جو ضابطہ قائم کیا ہے، اس کے تحت آپ کو چیک کریں، باوجود اس کے کہ ہمیں اس بات کی شرمندگی ہے، اور ہم بے حد افسردہ ہیں کہ ہم ایک استاد کو جس سے محترم، اور کوئی نہیں ہوتا، اپنی عدالت میں ٹرائل کر رہے ہیں، اور یہ کسی بھی جج کے لیے انتہائی تکلیف دہ موقع ہے کہ کورٹ میں، کٹہرے میں ایک استادِ مکرم ہو اور اس سے Trial کیا جائے۔
اب مَیں شرمندہ اپنی جگہ پر، یا اللہ! یہ کیا شروع ہو رہا ہے۔ مَیں نے کہا، حضور جو بھی آپ کا قانون ہے، علم یا جیسے کیسے بھی آپ کا ضابطہ ہے، اس کے مطابق کریں، مَیں حاضر ہوں۔ تو انھوں نے کہا، ہم نہایت شرمندگی کے ساتھ، اور نہایت دکھ کے ساتھ اور گہرے الم کے ساتھ آپ کو ڈبل جرمانہ کرتے ہیں۔ ڈیڑھ روپیا ہو گیا۔
اب جب مَیں اُٹھ کے اس کرسی میں سے اس کٹہرے میں سے نکل کر شرمندہ، باہر نکلنے کی کوششیں کر رہا تھا۔ وہ جو جج، اس کا عملہ تھا، اس کے منشی تھے وہ سارے جناب میرے پیچھے پیچھے (A teacher in the court) کہے جا رہے تھے کہ ہم احترامِ فائقہ کے ساتھ آپ کو رخصت کرتے ہیں۔ مَیں کہوں، میری جان چھوڑیں۔ یہ باہر نکل کر میرے ساتھ کیا کریں گے۔ آگے تک میری موٹر تک مجھے چھوڑ کے آئے۔ جب تک مَیں وہاں سے سٹارٹ نہیں ہو گیا، وہ عملہ وہاں پر ایسے ہی کھڑا تھا۔

Web version of PECTAA Not for Sale

اب مَیں لوٹ کے آیا تو مَیں سمجھا، یااللہ! مَیں بڑا معزز آدمی ہوں، اور محلے والوں کو بھی آ کر بتایا کہ مَیں ایسے گیا تھا، اور وہاں پر یہ یہ ہوا۔ وہ بھی جناب، اور میری جو لینڈ لیڈی تھی، وہ بھی بڑی خوشی کے ساتھ محلے میں چوڑی ہو کے گھوم رہی تھی کہ دیکھو ہمارا یہ ٹیچر گیا، اور کورٹ نے اتنی عزّت کی۔ اس کی عزّت افزائی ہوئی تو مَیں یہ سمجھا کہ اس کے ساتھ ساتھ میری تنخواہ میں بھی اضافہ ہوگا۔

دیسی آدمی جو ہے ناں وہ چاہے ٹیچر بھی ہو، وہ گریڈ کا ضرور سوچے گا۔ کتنی بھی آپ عزّت دے دیں، کتنا بھی احترام دے دیں، وہ پھر بھی ضرور سوچے گا کہ مجھے کہیں سے چار پیسے بھی ملیں گے کہ نہیں، مَیں نے اپنے ریکٹر سے پوچھا، تو اس نے کہا نہیں تنخواہ یہاں پروفیسر کی اتنی ہی ہے جتنی تمھارے پاکستان میں ہے۔ وہ کوئی مالی طور پر اتنے بڑے نہیں ہیں لیکن عزّت کے اعتبار سے بہت بڑے ہیں۔ رتبہ ان کا بہت زیادہ ہے، اور کوئی شخص یہاں کوئی بیوروکریٹ ہو، یہاں کوئی جج ہو۔ آپ نے دیکھ ہی لیا ہے۔ یہاں کا تاجر ہو، یہاں کا فیوڈل لارڈ ہو، وہ استاد کے رتبے کے پیچھے اس طرح چلتا ہے، جیسے روم کے دنوں میں غلام اپنے آقا کے پیچھے پیچھے چلتے تھے۔ مالی طور پر وہ بھی بے چارے ہیں۔ یہی ان کا کمال ہے کہ مالی طور پر کمتر ہیں لیکن رتبے کے اعتبار سے بہت اونچے ہیں جیسے سقراط جو تھا، وہ اپنے کھنڈروں میں، اور فورم میں کھڑا ہو کے ننگے پاؤں بات کرتا تھا لیکن اس کا احترام تھا۔ وہ کوئی امیر آدمی نہیں تھا۔ میرا باس کہا کرتا تھا:

"You have changed your profession for a handful silver."

(زاویہ)

مشق

۱۔ مختصر جواب دیجیے:

(الف) اشفاق احمد کی کتاب "زاویہ" کن موضوعات پر مشتمل ہے؟

(ب) اشفاق احمد روم میں کون سے فرائض انجام دیتے تھے؟

(ج) روم میں اکثر لوگ دوپہر کا وقت کیسے گزارتے ہیں؟

(د) اشفاق احمد کا چالان کیوں ہوا؟

(ہ) جج نے اشفاق احمد کو بطور استاد کیسے مخاطب کیا؟

(و) اشفاق احمد کا باس کیا کہا کرتا تھا؟ اس جملے کی وضاحت بھی کریں۔

۲۔ درست جواب کی نشان دہی کریں:

(i) سبق کے متن کے مطابق روم کی سڑکیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں:

(الف) بارش سے (ب) دھونے سے (ج) موسم سے (د) سائے سے

(ii) "میں طنزاً مسکرایا، کچھ اپنی فیٹ (Fate) کے اوپر، کچھ اپنی کامیابی کے اوپر۔" جملے میں "فیٹ" سے مراد ہے:

(الف) قسمت (ب) شخصیت (ج) دولت (د) واقفیت

Web version of PECTAA Not for Sale

(iii) روم میں چالان کے جرمانے کی رقم جمع کرانے کا عام ذریعہ تھا:

(الف) آن لائن (ب) منی آرڈر (ج) چیک (د) دستی

(iv) متن کے مطابق اس وقت اشفاق احمد کی عمر تھی:

(الف) بائیس سال (ب) چوبیس سال (ج) چھبیس سال (د) اٹھائیس سال

(v) جج کا "Teacher in the Court" کہہ کر کھڑے ہونے کا سبب تھا:

(الف) احترام (ب) خوف (ج) پریشانی (د) غصہ

۳۔ متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مناسب لفظ کی مدد سے خالی جگہ پُر کریں:

(الف) فرض کریں جس کے پاس اس کا ــــــ نہ ہو تو پھر وہ کیا کرے۔

(ب) میں نے خوشی منانے کے لیے ایک ــــــ کا پھول اس کی طرف پھینکا۔

(ج) بس وہاں ــــــ نہیں جانا پڑتا، دھکے نہیں کھانے پڑتے۔

(د) تقریباً ــــــ روپے کا تار تھا۔

(ہ) ہم نہایت شرمندگی کے ساتھ، اور نہایت دکھ کے ساتھ آپ کو ــــــ جرمانہ کرتے ہیں۔

۴۔ اس سبق میں سے انگریزی کے الفاظ تلاش کریں اور اُن کا مفہوم بتائیں۔

۵۔ تکریم اساتذہ کے موضوع پر ایک دوسرے سے گفت گو کریں۔

۶۔ دی گئی عبارت کو پڑھیں اور پوچھے گئے سوالات کے جوابات دیں:

ہمیں پرنٹ میڈیا، الیکٹرانک میڈیا اور دیگر ذرائع سے آئے روز بچوں سے بدسلوکی، اُن کے اغوا اور قتل کی خبریں سننے کو ملتی ہیں۔ اس کی روک تھام کے لیے بہت سے اقدامات اٹھانے کی فوری طور پر ضرورت ہے۔ بچوں کو ہوشیار کرنا ہوگا کہ اگر کوئی اجنبی انھیں کھانے کی کوئی چیز دے تو لے کر نہ کھائیں۔ اگر انھیں کوئی کسی چیز کا لالچ دے کر کوئی غلط حرکت کرے، بہانے سے ورغلائے یا اپنے ساتھ لے جانا چاہے، تو اس کے ساتھ ہرگز نہ جائیں بلکہ شور مچادیں اور اپنی ہر بات اپنے والدین کو بتائیں۔ بچے اپنے والدین کو بغیر بتائے گھر سے باہر نہ نکلیں۔ اس سلسلے میں والدین اور بچوں کے بڑے بھائی بہنوں کو بھی اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ ماں اور باپ دونوں کو اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ اپنے بچوں کو سکول میں وقت سے پہلے نہ بھیجیں اور چھٹی کے بعد تنہا نہ چھوڑیں۔ بچوں کے ذرائعِ آمد و رفت کا محفوظ تر انتظام کریں۔ بچوں کے دوستوں پر نظر رکھیں اور بچوں سے یہ بھی کہیں کہ کسی پر اندھا اعتماد نہیں کرنا۔ کوئی بھی شخص چاہے وہ دوست یا رشتے دار ہو یا اُستاد ہی کیوں نہ ہو، اگر آپ کو ضرورت سے زیادہ رعایت یا بلاوجہ فائدہ پہنچانے کی کوشش کرے تو اسے ہمیشہ شک کی نظر سے دیکھیں۔ بچوں کو اس بات کا بھی اعتماد دیں کہ وہ بچّے کی ہر بات غور سے سنیں گے اور اس کی ہر بات کا یقین بھی کریں گے۔ سکول انتظامیہ کی بھرپور ذمہ داری ہے کہ بچوں کے تحفظ کے لیے باقاعدہ اور منظّم پروگرام ترتیب دے اور بہر صورت ان کی حفاظت کو یقینی بنایا جائے۔

Web version of PECTAA Not for Sale

سوالات:

(i) بچّے خود اپنی حفاظت کیسے کریں؟

(ii) بچّوں کی حفاظت کے سلسلے میں والدین کی کیا ذمہ داری ہے؟

(iii) آپ کسی بچّے کے بڑے بہن بھائی ہیں تو اس کی حفاظت کیسے کریں گے؟

(iv) بچّوں کی حفاظت کے لیے سکول انتظامیہ کی کیا ذمہ داری ہے؟

(v) اس اقتباس کا مناسب عنوان تجویز کریں۔

۷۔ درج ذیل جملوں کی درستی کریں:

(الف) اس جملے کی درستگی کرو۔

(ب) عارف نے دو مَن گیہوں خریدی۔

(ج) علی نے اخبار پڑھ لی ہے۔

(د) آپ کی خیریت نیک مطلوب چاہتا ہوں۔

(ہ) یہ راستہ شارع عام نہیں ہے۔

(و) دونوں بچّوں کی قامت میں اٹھارہ بیس کا فرق ہے۔

محاورہ: محاورہ اہلِ زبان ہی کی بول چال سے رواج پاتا ہے۔ محاورہ اپنے حقیقی معنوں کے بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ محاورہ دو یا دو سے زیادہ الفاظ کا مرکب ہوتا ہے۔ مثلاً: نیند حرام ہونا، نو دو گیارہ ہونا، تارے گننا، غم کھانا، غصّہ پینا وغیرہ۔

۸۔ درج ذیل محاورات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے:

اپنا سا مُنھ لے کر رہ جانا، آسمان سر پر اُٹھانا، ہوش کے ناخن لینا، عقل پر پتھر پڑنا، اوسان خطا ہونا

متشابہ الفاظ:

متشابہ الفاظ سے مراد وہ الفاظ ہیں، جو اپنی صوت یا شکل کے لحاظ سے تو ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہوں لیکن اعراب، املا اور معنی کے لحاظ سے مختلف ہوں۔ متشابہ الفاظ کی درج ذیل صورتیں ہیں:

(الف) وہ الفاظ جن کا املا تو ایک جیسا ہو لیکن اعراب کی تبدیلی کی وجہ سے ان کے معانی میں فرق ہو مثلاً: دَر، دُر۔ مُلک، مَلَک۔ مِثل، مَثَل۔ عالَم، عالِم وغیرہ

(ب) وہ الفاظ جن کی آواز تو بظاہر ایک جیسی ہو لیکن ان کا املا اور معانی مختلف ہوں مثلاً: راضی، رازی۔ سفر، صفر۔ عَلَم، اَلَم۔ کثرت، کسرت وغیرہ

۹۔ سبقی متن کو غور سے پڑھیں اور متشابہ الفاظ تلاش کر کے ان کی فہرست بنائیں۔

۱۰۔ سیاق و سباق کے حوالے سے درج ذیل اقتباس کی تشریح کریں اور حوالۂ متن بھی درج کریں:

"اب مَیں ڈرا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مَیں ڈرتا ڈرتا چلا گیا۔"

Web version of PECTAA Not for Sale

سرگرمیاں برائے طلبہ:

- اشفاق احمد کی کتاب "زاویہ" پڑھ کر جو تاثر آپ کے ذہن میں اُبھرے اُس کی روشنی میں اُن کا خاکہ تحریر کریں۔
- "سفر در سفر" کا مطالعہ کریں اور آپس میں اشفاق احمد کے اسلوب اور طرزِ بیان پر تبصرہ کریں۔

برائے اساتذہ کرام:

- طلبہ کو آگاہ کریں کہ اردو کا دامن بہت وسیع ہے، اُردو میں انگلش اور دوسری یورپی زبانوں کے ان گنت الفاظ روزمرہ گفت گو میں رواج پا چکے ہیں۔
- طلبہ کو محاورہ اور ضرب المثل کا فرق سمجھائیں۔
- طلبہ کو تختۂ تحریر کی مدد سے سمجھائیں کہ بعض الفاظ میں اعراب کی تبدیلی سے ان کے معنوں میں زمین آسمان کا فرق پڑ جاتا ہے۔

Web version of PECTAA Not for Sale

برائے اضافی مطالعہ

"ماں خدا کی نعمت ہے اور اس کے پیار کا انداز سب سے الگ اور نرالا ہوتا ہے۔ بچپن میں ایک بار بادو باراں کا سخت طوفان تھا اور جب اس میں بجلی شدّت کے ساتھ کڑکی تو میں خوف زدہ ہو گیا۔ ڈر کے مارے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ میری ماں نے میرے اوپر کمبل ڈالا اور مجھے گود میں بٹھالیا تو محسوس ہوا گویا میں امان میں آگیا ہوں۔ میں نے کہا: "اماں! اتنی بارش کیوں ہو رہی ہے؟"

اس نے کہا: "بیٹا! پودے پیاسے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں پانی پلانا ہے اور اس بندوبست کے تحت بارش ہو رہی ہے۔"

میں نے کہا: "ٹھیک ہے، پانی تو پلانا ہے لیکن یہ بجلی کیوں بار بار چمکتی ہے؟ یہ اتنا کیوں کڑکتی ہے؟"

وہ کہنے لگیں: "روشنی کر کے پودوں کو پانی پلایا جائے گا، اندھیرے میں تو کسی کے منھ میں تو کسی کی ناک میں پانی چلا جائے گا، اس لیے بجلی کی کڑک چمک ضروری ہے۔"

مَیں ماں کے سینے کے ساتھ لگ کر سو گیا۔ پھر مجھے پتا نہیں چلا کہ بجلی کس قدر چمکتی رہی یا نہیں۔"

(ماں جی: اشفاق احمد)